تفسیرِ کائنات

یا

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین

قرآن

(علامہ کیفی چریاکوٹی)

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ "تمام تعریفیں خدا ہی کے لئے زیبا ہیں"۔

انسان اپنے ملک کی تعریف کرتا ہے، قوم کی تعریف کرتا ہے، خاندان کی، اپنے ماں باپ کی، اپنی پھر اپنے بادشاہ، سردار، محسن کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے۔ عرب کے شعرا اپنے زعم شاعری قوموں اور قبیلوں کو "مدح" سے آسمان پر اور "ہجو" سے تحت الثریٰ میں پہونچا دیتے تھے۔ گویا شعرا کے ہاتھ عزت اور ذلت کی عنان تھی۔

ایک شاعر نے "بنی انف ناقہ" کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا۔

قومهم الانف والاذناب غيرهم
ومن يسوي بالانف اذناب الناقة الذنبا

بنی انف ناقہ اقوام کی ناک اور قومیں دم ہیں دم کہیں ناک کی برابری کر سکتی ہے؟ اس شعر کا یہ اثر ہوا کہ قبیلہ بنی انف اپنے امتیاز پر مغرور ہو گئے اپنے مقابلہ میں دوسروں کو ذلیل سمجھنے لگے۔

"جریر" نے قبیلہ "نمیر" کی ہجو میں یہ شعر کہا۔ ؎

فغض الطرف انك من نمیر
فلا کعبا بلغت ولا کلابا

اس شعر نے قبیلہ "نمیر" کے امتیاز او غرور کو خاک میں ملا دیا، ان پر ذلت او حقارت کی نظریں پڑنے لگیں۔

نابغہ ذبیانی نے "نعمان" کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے ؎

کانك شمس والملوك كواكب
اذا طلعت لم يبد منهن كوكب

"گویا کہ تو آفتاب ہے اور بادشاہ ستارے ہیں جب آفتاب طلوع ہوجاتا ہے تو تاروں کا پتا نہیں رہتا۔" اسی طرح شعرا او خطبا نے مدح اور ذم کو اپنی طبائع کا جولانگاہ بنالیا تھا، دنیائے عرب کو معلوم نہ تھا کہ اس دنیا سے باہر بھی کوئی عالم ہوسکتا ہے۔

ٹھیک اس عالمگیر تاریکی اور جہانسوز ضلالت او گم گشتگی میں اسلام کا آفتاب ہدایت کی جہاں تابیوں کے ساتھ اپنے حسن بیساختہ سے نقاب پھینک کر "فاران" کے طور سے بلند ہوا یہ نقیب صدا لگاتے ہیں

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

حق آگیا، باطل مٹ گیا، یقینا باطل مٹنے ہی کے لئے تھا۔ قرآن

معبودان باطل کے آستانوں پر جھکی ہوئی گردنیں اٹھ گئیں او "حی و قیوم، قائم و دائم" ذات کے آستانے پر جھکا دی گئیں غلامی کی بیشمار زنجیریں توڑ دی گئیں فانی آقاؤں کی پرستش روک دی گئی بتا یا گیا کہ عبادت او مدح وثنا کے لائق وہ ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے او ہمیشہ رہیگی اس کی صفت او ثنا کیا۔ جس کو طوفان حوادث کی معمولی حرکت بہالیجائے جس کو مرور ایام کا ہاتھ حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹادے۔

قرآن حکیم سب سے پہلے یہی بتاتا ہے کہ "تمام تعریفیں خدا ہی کیلئے مخصوص ہیں" الحمد للہ یعنے جب ایک ذات اور صرف ایک ذات مخصوص ہوچکی تو اس کے علاوہ بادشاہوں امیروں محسنوں

دولتمندوں کی تعریف کے کیا معنے؟ - اگر بادشاہی، ملک و ملک، امارت، احسان، دولت اسباب ستایش میں تو خدا رب العالمین پروردگار جمیع عوالم ہے اسی کی ثنا و صفت کرو رب العالمین حاوی ہے تمام بادشاہوں، امیروں، محسنوں، دولتمندوں پر ملکہ دنیا پر کائنات کے ذرے ذرے پر آسمان اور زمین پر اس کی تفصیل آتی ہے اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مدح و ستایش دراصل غلامی کی ایک بندش ہے قرآن اس بندش کو بھی توڑتا ہے غلامی اگر مناسب ہے تو صرف خدا کی -

رت بدل گئی اور ہستی کے خزاں دیدہ باغ میں نئی بہار آگئی حق اور صداقت کی نئی کونپلیاں پھوٹیں عرب کے شاعر اعشیٰ اپنے قصیدے میں کہتا ہے:۔

وصل علی حین العشیات والضحیٰ

ولا تحمد المثرین واللہ فاحمدا

رات اور دن خدا ہی کو پوجو - رئیسوں اور امیروں کو نہیں -

اس تعلیم میں ایک عجیب راز اور غریب نکتہ ہے میں اس کو مغرب اور مشرق کے تمام عقل پرستوں، سائنس کے پرستاروں، فلسفہ کے گم کردہ راہوں، دہریوں، مادہ کے غلاموں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بہ آواز بلند پکار کر کہتا ہوں کہ "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" سنو کہ اس میں یہ راز ہے کہ جب ایک ذات عظیم الشان بے مثل و احد پرستش کے لئے مشترک ہوگی تو اس کی پرستار اسی نسبت سے دنیا کے تمام مشتر آقاؤں کے غلاموں سے برتر اور افضل ہوں گے وہ اپنی فضیلت قائم رکھنے کے لئے شجاع ہوں گے، غیور ہونگے، اعتبار ہونگے سرفروش ہوں گے۔ دنیاوی امور سے موازنہ کرکے دیکھو کہ وزرا اور امرا کے خدام سے زیادہ نمایاں بادشاہوں کے خدام ہوتے ہیں اسی طرح جو بادشاہ جس قدر با جبروت ہوتا ہے اس کے خدام اسی نسبت سے شان اور شوکت والے ہوتے ہیں، ان میں اسی قدر آن بان ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی تحفظ کے لئے یہ لوگ جان و مال اور عزت و ناموس کی پروا نہیں کرتے، خدا جب احکم الحاکمین ہے تو اس کے خدام اور پرستار اسی نسبت سے افضل و برتر ہونگے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ "اعمال و جوارح روح کے تابع ہوتے ہیں۔ روح جس قدر قوی اور مستحکم ہوتی ہے۔ اسی قدر اعمال قوی اور مستحکم ہوتے ہیں، روح میں قوت یکسوئی سے پیدا ہوتی ہے، اسلام اور قرآن نے اسی چیز کو پیش نظر رکھکر توحید پر زور دیا ہے، اس کی پوری بحث کتاب "فلسفہ سیاسیات اسلام" میں موجود ہے جب تک مسلمانوں کے ہاتھ میں یہ جھنڈا تھا دنیا کی تمام سلطنتیں سرنگوں تھیں اس کی تفصیل دیکھو۔

(۱)

خلافت فاروقی کا زمانہ ہے۔ یزدگرد بادشاہ فارس کا مقابلہ ہے جس کا نام سنکر انسانی قلوب لرز اٹھتے ہیں، اسلام کے چند جانبازوں کا حقیر لشکر مقابلے میں صف آرا اور خیمہ زن ہے، نعمان بن مقرن سفارت لیکر یزدگرد کے سامنے گئے ہیں، اس کی شان و شوکت فوج کی کثرت سے زمین تپ رہی ہے، لیکن خدا کا پرستار ان چیزوں کی معمولی پروا نہ کرتا ہوا کہتا ہے "ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کو انصاف کی دعوت دیں، اسی بنا پر ہم تم کو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں، اگر تم نے انکار کیا تو تمہارے لئے برائی ہے"۔

غور کرو کہ اللہ کا پرستار غیر اللہ کے سامنے کس قدر دلیر ہے اس کو خدا کی راہ پر اپنی جان کی پروا نہیں، اس کا انجام یہ ہے کہ خدا کے دشمن باوجود اپنی جمعیت اور جماعت کے بال تک بیکا نہ کر سکے۔

(۲)

دوسرا واقعہ حضرت زہرہ کا سنو! ایرانیوں کے کمانڈر انچیف رستم کے سامنے سفارت لیکر گئے ہیں

زہرہ۔ ہم تمہارے پاس دنیا کی طلب میں نہیں آئے ہیں بلکہ ہماری تمنائے آخرت لائی ہے۔

رستم۔ دین اسلام کیا ہے؟

زہرہ۔ توحید خالص، خدا کو ایک سمجھنا اور محمد کو اس کا رسول ماننا۔

رستم۔ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟

زہرہ۔ بندوں کو بندوں کی بندگی سے آزاد کر کے اللہ کی بندگی پر مائل کرنا، کیونکہ تمام انسان آدم اور حوا کی اولاد ہونے کی وجہ سے بھائی ہیں۔

رستم۔ (حیرت سے) کیا اچھا اصول ہے؟

۳

ربعی بن عامر اسی رستم کے سامنے ایک دوسری سفارت لیکر جاتے ہیں، اس طرح کہ اپنے نیزے کی نوک سے شاہی مخملی قالین اور گدوں کو نہیں بلکہ دنیاوی سطوت کو مجروح کرتے ہوئے پہنچے بعد کہتے ہیں کہ:- "ہم کو اللہ نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کے بندوں کو دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت کی طرف لائیں، مذاہب کے جور سے نجات دلا کر اسلام کے آغوش میں ڈال دیں،،

۴

مغیرہ بن شعبہ اسی سلسلے میں بلائے جاتے ہیں تو اس کے برابر تخت پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے خدام ان کو اتار دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ:-

تم سے زیادہ ذلیل و سفلہ قوم دنیا میں نہ ہوگی ہم عرب ایک دوسرے کی پرستش نہیں کرتے میں دیکھتا ہوں کہ تم میں بعض آدمی دوسروں کے خدا ہیں اگر یہی حال ہے تو تمہاری سلطنت ہتی نظر نہیں آتی"

دنیا کے پرستاروں سے پوچھو دولت کے پوجنے والوں کے دلوں سے سوال کرو، جاہ و جلال دنیاوی کے طلبگاروں سے استفسار کرو حکام ہی کو اپنی انتہائی پہنچ سمجھنے والوں کے دلوں اور زبانوں کو ٹٹولو اور سنو کہ وہ ایسی حق کی بات کہنے کو تیار ہو سکتے ہیں؟

خصوصیات سورہ | جس آیۂ عظیم المرتبت کا تجزیہ اس وقت پیش نظر ہے اس کی پوری سورہ کے فضائل شمار سے باہر ہیں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک دور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمکو ایک ایسی سورۃ بتاتا ہوں جس کی مثل نہ تو توریت میں ہے اور نہ انجیل میں اور نہ قرآن میں کوئی دوسری سورۃ ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد ہو آپ نے فرمایا وہ سورۃ فاتحہ ہے وہ سبع مثانی اور (پورا) قرآن ہے"۔ اس سورہ اور اس کا ہر تجزیہ توحید خالص کی تعلیم دیتا ہے اور خدا کا نام کیونکر لیا جاتا ہے اس کی کیونکر تعریف کیجاتی ہے ہر حالت میں اس سے کیونکر مدد مانگی جاتی ہے

اس کو ہر نماز میں داخل کرنے کا منشا یہی ہے کہ رات دن میں پانچ مرتبہ ان امور کی تجدید ہوتی رہے اور ہر آن روح کی
قوت میں ترقی اور استحکام ہوتا ہے۔ یہ وہ سورہ ہے کہ اس کی پیشین گوئی زبور میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے

اس کا تلفظ اس طرح ہے۔

شیرہ لیہوا شیر حاداش سیرو لیہو خل ہارض: اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ کو نئے بھجن میں بھجو یعنے نئے
الفاظ اور نئے انداز میں اس کی تعریف و توصیف بیان کرو۔

شیرو کے معنے تسبیح کرو، بھجو۔ شیر کے معنی حمد کے۔ حاداش کے معنی جدید (زبان، طرز ادا، طریقہ بیان)۔

اس سے غیر عبرانی یعنے عربی قرآن مراد ہے۔ حکم بھجو کی مخاطب تمام دنیا ہے، دیکھو تمام دنیا میں قرآن کی تلاوت
ہوتی ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے۔ "شیر" بالکل "حمد" کے مفہوم و معنی بیان کرتا ہے سورہ فاتحہ لفظ "حمد" سے شروع
ہوتی ہے" اس میں لفظ مطابقت موجود ہے۔ "بھجو" کا لفظ امر ہے اس کے معنی حکم کے ہیں صحف انبیاء میں حکم
کا ماننا فرض ہوتا ہے یا فرض کے معنی میں آتا ہے "قرآن کا پڑھنا فرض بھی ہوا ہے فاقرءوا ما تیسر من القرآن
کے الفاظ دیکھو تجدید اور تخصیص قرآن کے لئے اس طرح ثابت ہے کہ غیر قرآن یعنے توریت انجیل زبور یا دیگر
کتابوں کا پڑھنا کبھی فرض نہ تھا نہ اس وقت مراد ہے۔

اس سے سورہ فاتحہ مراد ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ:۔ سورہ فاتحہ کو سبع مثانی قرآن میں فرمایا گیا ہے
مثانی کے معنی گیت بالخصوص "شیر" کے ہیں سورہ فاتحہ رات دن کی پانچ وقتوں کی نمازوں میں اور ہر نماز میں
کئی بار مکرر پڑھی جاتی ہے زبور کی پیشین گوئی اس سورہ کے علاوہ دوسری کسی عبارت کے لئے نہیں ہو سکتی
سورہ فاتحہ اور اس کے ایک ٹکڑے کے اجمالی بیان کے بعد دوسرا ٹکڑا پیش نظر رکھا گیا ہے۔

رب العالمین تمام عوالم کا پروردگار (پالنے والا) ہے۔

تمام عوالم ہستی کا مربی سرپرست، ان کو نقص سے نکال کر مرتبہ کمال تک پہونچانے والا
ابتداء سے انتہا تک رأفت و رحمت کی نظر رکھنے والا۔

اس ترکیب میں دو لفظ ہیں ایک "رب" دوسرا "عالمین" ان کی علیحدہ علیحدہ تفصیل و تشریح سن لیجئے۔

رَبّ اس لفظ کے جتنے مشتقات رائج ہیں اُن پر نظر کیجیے۔

۱- ربّ الشیء چیز کو جمع کیا اور اس کا مالک	۸- رب - مالک و مطاع - مصلح
۲- ربّ القوم = قوم کا سردار ہوا۔	۹- رب کل شئی - مالک اور مستحق
۳- ربّ النعمۃ = نعمت میں اضافہ کیا۔	۱۰- اربّ = منعم
۴- ربّ الصبی = لڑکے کی تربیت کی یہانتک کہ وہ سمجھ بوجھ والا ہوگیا	۱۱- مربۃ = مملکت
۵- ربّ الصبی = " " " "	۱۲- ربی الاحسان - ربی النعمۃ - ربی الحاجۃ
۶- تربّب الرجل الارض = دعوی کیا کہ اس کا مالک ہے	ربی العقدۃ - وغیرہ
۷- ربابۃ = مملکت۔	

اب تربیت اور پرورش کی شکلیں ملاحظہ فرمائیے۔

شکل اوّل

اس سلسلے میں طنطاوی جوہری نے اپنی کتاب جواہر العلوم میں عجیب و غریب نکتے لکھے ہیں۔

جو اور گیہوں اور دوسری قسم کے دانوں کی بالیاں انسان کی غذا کے کام میں آتی ہیں لیکن ان کے متعلق کسی نے بھی غور نہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ (پروردگار عالم) اپنے ان کی پرورش کرکے کیونکر "دانے" اور منظم گچھے تک پہونچاتا ہے۔

علمائے طبعیات و زراعت کہتے ہیں کہ ایک بیج زمین کے گہوارے میں اعتدال مزاج سے پرورش پاکر جب پودے کی صورت میں ہوجاتا ہے تو اس جوف میں ایک چیز باریک سوئی کی طرح مخفی ہوتی ہے اس میں بارش کا پانی رہتا ہے اور جیسا نطفہ رحم میں مادہ تولید پیدا کرتا ہے، پانی اس چیز میں بھی "پیدا" کرتا ہے اس سے بالیاں پیدا ہوتی ہیں جس طرح بچہ رحم مادر میں رہکر موسم کی سردی اور گرمی سے محفوظ رہتا ہے اس طرح بالیوں کی ابتدائی شکل محفوظ رہتی ہے اور اسکی تدریجی قوت نمو کو مدد ملتی رہتی ہے، ہوا کی موافقت دہوپ کا اعتدال، شبنم اور باد نسیم کی لطافت اس کی حیات اور روزانہ ترقی کی مدد و معاون ہوتی ہے زمین کا مزاج اور پودے کی طبیعت اور

خاصہ بیماریوں کا دفعیہ کرتی رہتی ہیں یہاںتک کہ پودا بالکل مکمل ہوکر کام میں آنے کے لائق ہوجاتاہے

شکل دوم کھجور کے درخت کا پھل بھی عجیب غریب حکمت و تدبیر پروردگار سے طیار ہوتا ہے درخت عناصر ارضی کا رقیق مادہ لے کر اپنی شاخوں، پتیوں، تنے اور پھولوں پھلوں تک پہونچاتا ہے۔ خدا کی قدرت اس میں اس طرح کارفرما ہوتی ہے کہ درخت کے ہر جز میں یہ مادہ پورے تناسب کو مدنظر رکھتا ہے پھل جب طیار ہوتا ہے تو یہ مادہ شیرین شکل اختیار کرکے وہاں پہونچتا ہے، جو مادہ غیر شیریں ہوتا ہے وہ شاخوں پتیوں میں جذب ہوکر رہ جاتا ہے۔

شکل سوم موتی کیونکر طیار ہوتا ہے؟ اس میں کس کی حکمت پرورش کارفرما ہوتی ہے، اسے بھی ایک نظر ڈال لینا چاہئے۔

موتی ایک دریائی جانور کے پیٹ میں پیدا ہوتا ہے، ایک قسم کا مادہ اس جانور کے پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور ایک خاص جگہ آکر موتی کی شکل اختیار کرتا ہے، تولید کے مقام سے پہلے ایک جالدار جھلی ہوتی ہے! اس میں گرد و غبار او وہ چیزیں آکر رک جاتی ہیں جو موتی کے تولید میں نقص پیدا کرتی ہیں پھر یہ مادہ بتدریج رقت کی شکل چھوڑکر انجماد کی صورت اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ موتی بن جاتا ہے۔

شکل چہارم انسان کے بچوں کی پرورش و تخلیق بطن میں اس طرح ہوتی ہے کہ:۔
بہت چھوٹے چھوٹے جاندار کیڑے مرد اور عورت کے مادوں کے پہلے باہم ملکر ایک ہوجاتے ہیں پھر ان کا انقسام بحساب ۲-۴-۸-۱۶-۳۲-۶۴-۱۲۸ ہوکر ۹ مہینوں تک ان کا تکملہ ہوتا ہے پھر مادہ رقیق تجاذب و تقسیم اجسام سے آنکھ، ناک، کان، دماغ، جوارح اور جسم کی صورت اختیار کرلیتا ہے عقلیں حیران، فلسفہ سربہ گریباں اور سائنس انگشت بدنداں ہے کہ وہ کیا چیز اور کونسی طاقت ہے جو تناسب کو پیش نظر رکھتی ہے؟

یہ مسلم ہے کہ بغیر حکیم حکمت اور بغیر مدبر تدبیر کا وقوع محال ہے پس یہ مدبر اور یہ حکیم وہی پروردگار عالم ہے۔

شکل پنجم بچوں کی تربیت ماں کے دودھ سے کیونکر ہوتی ہے اور اس میں کیسی حکیمانہ شفقت رافت کارفرمائی کرتی ہے اس کا بیان کم دلچسپی اور تفکر کا نہیں ؟

بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی پروردگار عالم ان کی غذا دودھ ماں کے سینے میں پیدا کردیتا ہے بچہ جس قدر بڑا ہوتا جاتا ہے اسی نسبت سے دودھ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس سے بڑھ کے یہ ہے کہ دودھ بچے کی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے غذا اچھی رہتا ہے اور دوا بھی یہانتک کہ اگر کسی بچے کو اس کی عمر کے مناسبت سے علیحدہ کسی دوسری عورت کا دودھ پلالیا جائے تو وہ موافق نہیں ہوتا بچے کی عمر کے اعتبار سے دودھ پلانے کے ایام بھی ہوتے ہیں۔ شریعت نے اس طبی اصول کے لحاظ سے دودھ پلانے اور چھوڑانے کا وقت مقرر کردیا ہے جب بچہ غذا کھانے لگتا ہے تو اس کے معدے کے اعتبار سے غذا بھی معین ہوتی ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ خون بننے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ پھر بھی انسان بہی کم ظرف اور ناشکرا انسان اس طرح پرورش پاکر ہوش سنبھالتا ہے تو خدا کے وجود سے انکار کرنے لگتا ہے فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ

شکل ششم کچھ طبی پرورش کا ذکر بھی سن لیجئے۔

ایک بار ایک عجمی طبیب نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ قرآن میں علم طب کہاں ہے ؟ آپ نے فرمایا " صرف ایک آیت میں تمام علم طب موجود ہے "۔

پوچھا کون آیت ہے۔

فرمایا " كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا " کھاؤ پیو، فضول خرچی مت کرو۔

اس کی تشریح فرمائی کہ :۔ المعدة بيت كل داءٍ والحمية راس كل دواءٍ واعط البدن ما عودة " معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے، پرہیز تمام دواؤں کا سرآمد ہے، بدن کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہے "

حکیم نے یہ سن کر کہا جو شخص اس پر عمل کرے اس کو جالینوس کی بھی ضرورت نہیں۔

طبیبوں کا قول ہے کہ وہ صحت کی مراعات، استعمال دوا سے افضل ہے اس کا یہ مقصد ہے "

کہ اگر صحت اور غذا کا خیال رکھا جائے تو دوا کی حاجت نہیں، پھر کیا ہے کہ جو لوگ مسہل اور استفراغ کی کثرت رکھتے ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ کثرت مسہل و استفراغ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کپڑے کا اکثر صابن سے دھونا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کپڑا بہت جلد گل جاتا ہے، یہی حال معدہ کا ہوتا ہے، بعض وقت مسہل زہر اور ناقابل علاج بیماری بن جاتا ہے۔ مسہلیں، اخلاط ردیہ کو جو معدے میں مخفی ہوتے ہیں۔ حرکت میں لاتے ہیں۔

اطبا کا یہ قول بھی ہے کہ جب مریض غذا سے اچھا ہو سکے تو اس کو دوا نہ دینا چاہئے اگر مفرد اور خفیف دوا سے علاج ہو سکے تو مرکب اور قوی دوا دینا نہ چاہئے، غریب اور مجہول دوا سے بھی پرہیز ضروری ہے۔

دیکھو اور سمجھو کہ ان امور میں کس کے دست قدرت کی پرورش شامل ہے۔

شکل ہفتم

تربیت اور تعلیم میں جو اسرار و رموز ہیں وہ بھی سامنے رکھنا چاہتا ہوں ناظرین ترجمان القرآن، ان نکات کو دیکھیں اور خدا کی اس توفیق کے سامنے سر بسجود ہو جائیں جس نے اپنے بندۂ ناچیز کو اپنا پیام پہونچانے کے کرم سے نوازا ہے اور اس کے رسول پر درود بھیجیں جس کا ادنیٰ غلام کشف رموز و اسرار کی جرأت کرتا ہے، اور اس رموز اور اس گرمی کو محسوس کریں جو خدا نے ''ابو محمد مصلح'' کے دل میں تعلیم اور تبلیغ قرآنی کے لئے ودیعت کر دی ہے۔ آمدم بر سر مطلب اللہ تعالیٰ نے ''دماغ'' کو پیدا کر کے اس کو فکر، خیالی، تذکر، حافظہ، اور حس مشترک کا مرکز بنادیا ہے۔ اس کا مادہ داخلی گندمی اور خارجی سفید ہوتا ہے۔

دماغ کی مقدار کم سے کم ۱۶ اوقیہ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ اوقیہ ہوتی ہے، جس طرح ہمارے اجسام خلایائے کثیرہ سے مرکب ہیں، اسی طرح دماغ میں لاکھوں خلایا ہیں، ان کی شکلیں چھوٹی چھوٹی مستدیر کی ہوتی ہیں، ان کے گرد باریک جھلیاں پائی جاتی ہیں! اللہ تعالیٰ نے ان خلایا کو دماغ کے لئے لوح محفوظ بنادیا ہے! اس کے ذریعہ سے نفس پر کیفیت سمع و بصر وغیرہ طاری ہوتی ہے۔

ان خلایا میں کچھ قبول محسوسات کیلئے مخصوص ہوتی ہیں اور کچھ غیر محسوسات یعنی تفکر، تعقل تذکیر، قوت ناطقہ وغیرہ کے لئے کچھ ایسی قوتوں کے لئے جن سے صنعت و حرفت، کتابت وغیرہ صادر ہوتی ہیں، ان خلایا میں جن کا تعلق حس صنعت وغیرہ سے ہوتا ہے اگر مختل ہوجائیں تو وہ قوت سلب ہوجاتی ہے تعلیم ناممکن ہوجاتی ہے۔

معلم کی سب سے بڑی فراست یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر تعلیم دے، فرض کیجئے کہ ایک شخص کتابت سیکھنا چاہتا ہے لیکن اس کے حروف اور مشق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ مناسبت نہیں تو کوشش بیکار ہے۔ اسی طرح اور علوم عقلی و نقلی کا حال ہے اس مناسبت اور حکمت کا خالق پروردگار عالم ہے۔

شکل ششم

تربیت عقل کا بیان اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے:۔

حواس خمسہ کی حاکم عقل ہوتی ہے فرض کیجئے کہ ایک شخص دن دوپہر کو دور سے سراب کو پانی دیکھتا ہے، جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے وہ صحیح ہے لیکن عقل کہتی ہے کہ پانی نہیں بلکہ سراب ہے۔

اسی طرح مصنوعی پھل کے رنگ و روغن کو نظر "پھل" دیکھتی ہے لیکن عقل بتا دیتی ہے کہ یہ پھل نہیں، پروانہ چراغ پر گر کر جان دیتا ہے، اس لئے کہ اس نظر پر عقل حکومت نہیں کرتی۔ یہی حال آجکل فلسفہ اور دہریت کے گمراہوں کا ہے کہ ان کا احساس عقل سلیم سے کام نہیں لیتا اور ان کو ضلالت کے جہنم میں گرا دیتا ہے، وہ اپنی رویت کو حقیقی رویت سمجھ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عقول کی اور ان کے ذریعہ سے صالح انسان کی پرورش کرکے ان کو صحیح راستہ بتاتا ہے۔ یہ مسئلہ مزید تفصیل کا طالب ہے کسی آئندہ فرصت کا انتظار کیجئے، کہنا یہ ہے کہ تعریف کے لائق تو پروردگار ہے جس کی پرورش اس طرح کائنات میں ساری اور جاری ہے۔

ان مسائل کو اجمالی طور پر بیان کرنے کے بعد دوسرے ٹکڑے پر توجہ کی ضرورت ہے

عٰلمین: جمیع عوالم:۔

عوالم تمام کائنات کو حاوی ہے اس کی دو مستقل قسمیں ہیں عالم علوی عالم سفلی

عالم علوی میں آسمان، عرش، کرسی، آفتاب، ماہتاب، ستارے، سیارے، فرشتے

وغیرہ شامل ہیں تفصیلی اور پیچیدہ مسائل اور مباحث سے بچنے کے لئے ہم صرف فلکیات دو کو سامنے رکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ پروردگار عوالم کی حکمت پرورش ان میں کیونکر جاری ہے۔

انجیل "برنا باس" میں آسمان اور کواکب وغیرہ کے متعلق جو کچھ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

مسیح کا قول ہے کہ آسمان نو ہیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی مسافت اس قدر ہے کہ ایک شخص اگر زمین پر سفر کرنے کے حساب سے چلے تو پانچ سو برس میں پہنچ سکتا ہے اتنی ہی مسافت اور بعد زمین سے فلک اول تک ہے آسمان اول سے زمین کو وہی نسبت ہے جو بالو کے ذرے کو زمین سے ہے اسی طرح فلک اول سے فلک دوم کو۔ علیٰ ہذا القیاس جنت اسی حساب سے تمام کائنات سے بڑی ہے۔ انجیل میں ہے کہ ایک بار جبرئیل مسیح کے پاس آئے ان کے ہاتھ میں ایک آئینہ آفتاب کی طرح چمکتا تھا، اس میں یہ عبارت تھی۔

میں جنت میں اس قدر بڑا ہوں کہ میری نسبت سے آسمان اور زمین تمام
کائنات ایک ذرے کے برابر ہیں بلکہ اس سے بھی چھوٹے ہیں"

فلسفہ یونان نے بھی نو آسمان تسلیم کئے علماء اسلام ابن سینا اور فارابی نے سات آسمان مانے ان کے علاوہ کرسی کو فلک ثوابت اور عرش کو فلک محیط تسلیم کیا اور کہا کہ اسی کے تابع حرکت یومیہ اور حرکت افلاک، شرق و غرب ہے۔

اس عقیدہ پر ایک زمانہ گذرا تو اجلہ علماء اور حکمائے امت نے محسوس کیا کہ یہ مذہب باطل عقل اور شرع دونوں کے مخالف ہے۔

ان کے خیال میں قرآن کے اندر آسمان کی تعداد محدود اور مخصوص ہیں، مثلاً کوئی شخص کہے میرے پاس کچھ گھوڑے ہیں۔ تو اس کا یہ کہنا اس کے منافی نہیں کہ اس کے پاس کثیر تعداد میں گھوڑے ہیں۔

ان علماء نے اس کی بھی مخالفت کی کہ آسمان اور کواکب قدیم ہیں یا ان کو فنا ممکن نہیں ان کی رائے میں زمین کی حرکت اپنے ہی گرد نا قابل تسلیم تھی۔ فلک اطلس کا کوئی وجود نہیں اور کواکب فضا میں حرکت کرتے ہیں۔

یہ رائے چھٹویں اور ساتویں صدی تک مسلم تھی، ترکی حکومت کا دور شروع ہوا تو یہ عقیدہ مسلم ہوا جس کو عام اور خاص سب نے قبول کیا اور اب تک یہی پیش نظر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے یہ تمام عوالم متعدد آفتابوں، ماہتابوں، زمینوں کے تحت میں ہیں پہلے یہ چیزیں منتشر ذرہ ہوں کی طرح سریع الحرکت تھیں ہزاروں لاکھوں برسوں کی حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد آفتاب کی تشکیل ہوئی لاکھوں برسوں کے بعد آفتاب سے سیارے بنے ان آفتابوں میں سے ایک آفتاب یہی ہے جو ہم کو روشنی دیتا ہے۔ پھر اسی آفتاب سے ان آٹھ سیاروں کا وجود ہوا یعنی عطارد۔ زہرہ۔ مریخ۔ زمین، مشتری، زحل اور رانوس، اور نیپتون کا۔

محققین علماء نے معلوم کیا کہ مریخ اور مشتری کے درمیان تقریباً چھ سو چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں ان کی مجموعی تعداد بھی چاند کے برابر نہیں ہوتی، ان ستاروں میں سب سے بڑے ستارے کا نام "سرس" ہے اس کا قطر پانچ سو میل سے زیادہ نہیں، ان میں بعض ستاروں کا قطر دس میل سے زیادہ نہیں یا ان سے چھوٹے ستاروں کا وجود بھی ہے جن کا دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

یہ سیارے، سورج کے گرد گھومتے ہیں عطارد اپنا دورہ ۸۸ دن میں، زہرہ ۲۲۶ دن میں مریخ ۳۲۱ دن میں، زمین سال بھر میں، مشتری ۱۱ سال اور ۳۱۲ دن میں، زحل ۲۹ سال اور ۱۶۷ دن میں، اور رانوس ۸۴ سال اور ۷ دن میں، نیپتون ۱۶۵ سال اور ایک دن میں اپنے دورے پورے کرتے ہیں، ان کے علاوہ بھی آفتاب کے گرد کچھ سیارے ہیں جو ابھی تک معلوم نہیں ہوئے

مصر کے فاضل طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر "الجواہر" میں ایک جدول دیا ہے اس سے ان سیاروں کا بعد سورج سے صحیح اعداد میل میں معلوم ہوتا ہے، ناظرین کی دلچسپی کے لئے ہم درج کر دیتے ہیں:۔

	تعداد	اضافہ	مجموعہ + ۹	ملین میل
۱۔ عطارد	۰	۴	۴ × ۹	۳۶ ؍؍
۲۔ زہرہ	۳	۴	۷ × ۹	۶۳ ؍؍

٣ - زمین	٦	٤	١٠ × ٩	= ٩٠
٤ - مریخ	١٢	٤	١٦ × ٩	= ١٤٤
٥ -	٢٤	٤	٢٨ × ٩	= ٢٥٢
٦ - مشتری	٤٨	٤	٥٢ × ٩	= ٤٤٨
٧ - زحل	٩٦	٤	١٠٠ × ٩	= ٩٠٠٠
٨ - اورانوس	١٩٢	٤	١٩٦ × ٩	= ١٧١٤
٩ - نیپتون	٢٨٤	٤	٢٨٨ × ٩	= ٢٥٩٢

یہ حساب سیاروں کے سورج سے بعد کا تقریباً میل کا ہے۔

چونکہ عطارد سورج سے ۳۶ ملین میل کے فرق پر ہے اس لئے اس کا بعد صفر فرض کر لیا گیا اسی طرح زہرہ ۳، زمین ۶، مریخ ۱۲ یہ طریق تضعیف ہیں۔ ضعف میں ۴ کا اضافہ کرکے ۹ میں ضرب دیا گیا اس کا حاصل ملین میل ہوا۔ اسی طرح جب مریخ اور مشتری تک پہونچتے ہیں تو درمیان میں ستارے ملتے ہیں جو مشتعل نظر آتے ہیں۔

زہرہ اور عطارد زمین سے قریب ترین آسمان کے سیارے ہیں، اور سیارے زمین سے بہت دور ہیں البتہ کواکب ثالث شمار ہے! ہر حال ان میں سے کچھ دوربینوں اور فوٹوگراف کے ذریعہ معلوم کئے گئے ہیں

آفتاب کی روشنی زمین تک ۸ دقیقہ اور ۲۰ ثانیہ میں پہونچتی ہے، اگر اس مسافت کو ہم ۶۰ میل ریل سے چلکر طے کرنا چاہیں تو تقریباً ۲ سو چالیس سال سے کم مدت میں طے نہیں کر سکتے۔

آفتاب کی روشنی بحساب فی ثانیہ ایک سو چھیاسی ہزار میل سفر کرتی ہے۔ آفتاب کی روشنی کی سرعت رفتار کا موازنہ کرنا ہو تو دوسرے کواکب اور انجم کو سامنے رکھ لیجئے۔

ہم سے قریب ترین ستارے کی روشنی ہم تک ۴ سال میں پہونچتی ہے، شعری عبوری کی روشنی ۹ سال، نسر طائر کی ۱۴ سال، نسر واقع کی ۳۰ سال، عیوق ۳۲ سال، سماک رامح کی ۵۰ سال

میں روشنی پہنچتی ہے۔

کواکب ثابتہ اپنی روشنی کے اعتبار سے چھ قدروں میں تقسیم کئے جاتے ہیں یہ رائے قدما کی ہے۔ علمائے جدیدہ نے اس کو ۲۰ تک تسلیم کیا ہے۔

قدر اول کی روشنی پوری ہے اس میں ۱۴ تارے ہیں، ان میں سماک رامح وغیرہ ہیں

قدر دوم میں ستاروں کی تعداد ۴۷ ہے، ان میں ایک "سعد سعود" مشہور ہے

قدر سوم میں ۱۷۰ ہے، ان میں "دبر قدان" بہت مشہور ہے۔

قدر چہارم کی ۱۸۹ قدر پنجم کی ۶۵۰ قدر ششم کی ۲۲۰۰ ہے اسی طرح تعداد بڑھتی اور روشنی گھٹتی ہوئی قدر بستم تک پہونچتی ہے، اس قدر میں نجوم کی تعداد ۴۶ ملین ہے ان کی روشنی بہت دھندلی اور خفیف ہے۔ انسان کے علم میں اب تک جتنے ستاروں کی تعداد آچکی ہے وہ ۲۲۴ ملین ہے، اس اجمالی بیان کے بعد انجیل کا قول آسمانوں کے متعلق سمجھنے میں عقول کو حیرت ہونا چاہیے، اس طرح مسلمانوں نے جو کچھ معلوم کیا ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ان میں بعد عقلی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

چند نکتے

"یورپ" کے اقسام اختراع وایجاد کے ایک پجاری نے ایک بار یہ اعتراض وارد کیا کہ جدید رائے میں کواکب فضا میں حرکت کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کواکب کا فضا میں حرکت کرنا نہ تو جدید علما کے نزدیک ثابت ہے اور نہ قدیم علما کے نزدیک۔

قدما نے ثابت کر دیا ہے کہ فضا سرے سے موجود نہیں، ان کے نزدیک خلا محال ہے، اس پر یہ دلیل قائم ہوتی ہے کہ ہم لوگ "خلا" کا تصور کرلیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا تصور دماغ میں روشن ہوگا یا تاریک روشنی اور تاریکی یا تو "عرض" ہونگے یا "جوہر" یا ایک عرض ہوگی اور دوسری جوہر۔

اگر دونوں جوہر ہیں تو ان کا کوئی عرض ہوگا، اگر دونوں عرض ہیں تو ان کا کوئی جوہر

ہوگا۔ اگر ایک عرش دوسری جوہر تو ہمارا مدعا ثابت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ "خلا" کا وجود مستحیل ہے

علمائے جدید کہتے ہیں کہ :۔

جو روشنی آسمان سے زمین تک پہنچتی ہے وہ کسی جسم پر محمول ہوگی۔ اس نظریے پر وائرلس ٹیلیگراف کی ایجاد ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ سوال باطل اور رد ہوگیا ہے۔

اس قسم کے اور اکثر لاطائل اور لغو اعتراضات ہیں جن کو یورپ پرست بہت اہم سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی معمولی وقعت بھی نہیں۔

ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :۔

۱۔ آسمان کو انسان کی آنکھیں صرف ایک دیکھتی ہیں۔

۲۔ مذہب نے سات ۷، اور فلسفہ نے نو مانا ہے۔

۳۔ قدمائے مسلم نے آسمانوں کی تعداد سات بتائی عرش اور کرسی کو شامل کرکے ۹ تسلیم کی، برنا باکی انجیل میں بھی ۹ ہے۔

۴۔ مذہب جدیدہ نے تسلیم کیا ہے کہ قدمائے خدا کی عظمت جس قدر تسلیم کی ہے اس سے بہت زیادہ ہے۔

۵۔ عالم میں خلا نہیں۔

۶۔ آسمان ۷ ہیں اور طبق در طبق ہیں۔

۷۔ مذہب جدید نے ثابت کیا ہے کہ "عالم" اور "کواکب" کو فنا ہے۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھ کر دیکھنا چاہئے کہ یہ کہاں تک "قرآنی" اقوال کے قریب ہیں؟

ان مسائل کا ہمارے موضوع سے یہ تعلق ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عالم علوی میں "کواکب" آفتاب آسمانوں کیلئے مدابر خاص مقرر کرکے اپنا تصرف ان میں جاری کیا ہے۔

عالم سفلی

عالم علوی کے بعد عالم سفلی میں ہم سب سے پہلے۔

عالم نباتات

کو بحث اور اظہار خیال کے لئے سامنے رکھتے ہیں۔

انسان روزانہ ہزاروں قسم کے پودے، گھاس اور قسم قسم کی نباتات دیکھتا ہے۔ لیکن اس کی عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے کہ دنیا میں جتنے نباتات اور درخت ہیں اور ان درختوں میں جتنے پتے ہیں "ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار" ان میں ہزاروں قسمیں ایسی ہیں جن کی خاصیات معلوم ہو چکی ہیں لاکھوں قسمیں ایسی ہیں جو ابھی تک پردہ خفا میں ہیں ان کی صحیح تعداد سوا خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔

طنطاوی جوہری نے اپنی کتاب "نظام العالم والامم" میں لارڈ ایفیری کی ایک تقریر نقل کی ہے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

اے مخاطب! جب تم کسی دریا کے کنارے کھڑے ہو کر نباتات کا جاذب نظر عالم دیکھتے ہو، اور سبز پوشوں کا حسن بیساختہ تم کو کسی اور طرف متوجہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا، اس وقت تمہارے دل میں یہ خیال بھی گذرتا ہے کہ ان نباتات میں بھی حرکت ارادی موجود ہے۔ ان میں تمہاری طرح عقل، فہم، احساس تک پایا جاتا ہے۔

یہ تمہارے نزدیک عرصہ سے مسلم ہے کہ نباتات میں حرکت ارادی موجود نہیں بلکہ وہ متحرک بارادۃ الغیر ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم نے مبدع کون کی حکمت کا مطالعہ نظر غور سے نہیں کیا ہے، بعض محققین کا اتفاق ہے کہ نباتات میں حرکت ارادی اور احساس دونوں ہیں"

حکمائے اسلام میں علامہ شیرازی اور صوفیہ میں ابن عربی اس خیال کو وسعت دیتے ہیں اور ایک حد تک اس کے قائل ہیں۔

بقول جوہری قرآن کی آیت ربنا الذی اعطا کل شئی خلقہ ثم ھدی۔

ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شئے کو پیدا کر کے ہدایت دی۔

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ارشاد اور ہدایت کے تحت میں نباتات بھی داخل ہیں کیونکہ ان میں احساس ہے وہ ارشاد اور ہدایت کے مصداق ہیں۔

جوہری کی یہ رائے بہت کچھ ردو قدح کی محتاج ہے۔

اول تو یہ ہے کہ "احساس" کبھی "ادراک" اور شعور کے معنی میں نہیں آتا۔ یہ ممکن ہے کہ جسم نامی یا غیر نامی میں "حس" ہو، لیکن اس میں "شعور" اور "ادراک" کا ہونا ضروری نہیں، دیکھئے چھوئی موئی اور سنگ مقناطیس میں خاصے کی صورت میں "حس" ہے لیکن اس کو کسی طرح ادراک اور احساس نہیں کہہ سکتے۔

احساس خاصہ حیوان (حیاتدار) اور ادراک و شعور کا خاصہ عقل ہوتا ہے۔

حس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں اور ان کو معلوم کرنے کے مختلف معیار ہیں جن لوگوں نے اس مسئلہ میں دھوکا کھایا ہے ان کے نزدیک ہر "حس" ادراک ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آیت کا منشا صرف تعمیم ہے تو اس میں غیر نباتات، حجر، غیر جسم سب شامل ہیں کیونکہ یہ سب خدا کی مخلوق ہیں اور ہدایت کا اطلاق سب پر ہے۔

اب ڈاروِن کے نظریے پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے:

ڈاروِن بھی نباتات میں احساس کیا تھا ادراک کا قائل ہے، دلیل یہ لاتا ہے کہ انگور کے ایسے مکان یا ٹٹی پر چڑھنے والی بیلیں اپنی نمو میں سہل ترین راہ اختیار کرتی ہیں کیا "ڈاروِن" اسی یوروپ میں یہ نہیں دیکھتا کہ مشینیں اس سے زیادہ حیرت انگیز کام کرتی ہیں لیکن کوئی شخص نہ تو ان کے احساس کا قائل ہے اور نہ ادراک کا۔

"انار" میں دانوں کی تنظیم اور ترتیب کیا انار کی قوت احساس و ادراک ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا خاصہ ہے یہی ہمارا مدعا ہے۔

دنیا میں جتنی چیزیں ہیں نامی غیر نامی جسم، غیر جسم، حیوان، انسان ان میں کوئی نہ کوئی اثر

اور خاصہ ہوتا ہے اس میں نباتات کو کیا خصوصیت ہے۔

اثر اور خاصیت کے اعتبار سے نباتات کا وجود حیرت انگیز ہے اس میں کس کو کلام ہے شیخ ابو اسحٰق نباتی نے چھتیس ۳۶ سال جنگلوں میں رہکر نباتات کے خواص پر دو ضخیم جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے جو اب مفقود ہے بعض کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں ان سے اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ ابھی یورپ کے مکتشفین اور ہندوستان کے بوس بابو اس حد تک نہیں پہونچے ہیں۔ اسی سلسلہ میں بعض نباتات کا ذکر اہل یورپ اس طرح کرتے ہیں گویا کسی حسب صنا احساس و ادراک کا تعارف کراتے ہیں مثلاً :-

۱۔ ڈنڈیلیں Dandelion ایک گھانس کا نام ہے، ابتداءً وہ سر جھکائے رہتی ہے لیکن جب اس میں کلیاں نکلتی ہیں تو اپنا سر اٹھا کر (بادِ نسیم) ہوا کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس اس کے اور عجائب و غرائب ہیں۔

۲۔ فلیسیر یا پیرل *Falio nirla spanal*، اس میں کلیوں کی تقسیم نر و مادہ کے طور پر ہوتی ہے، اس کے ضمن میں اور عجائبات بھی ہیں اور ہزاروں قسم کی گھاس ہیں جن کی خاصیتیں عجیب و غریب ہیں:- ع

حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں ؟

یہ رب العالمین کی پرورش ہے کہ وہ اس طرح پالتا ہے کہ عقلیں حیران اور فلسفہ سر گرداں ہے اور کنہ سمجھنے سے عاجز ہیں۔

عالم نباتات میں بعض درخت ایسے بھی دریافت ہوئے ہیں کہ خلقت انسانی سے پہلے ان کا وجود دنیا میں ہے وہ اب تک سرسبز و شاداب ہیں۔

اب اس کے بعد عالم حیوانی کا ذکر زیادہ دلچسپ صورت میں سامنے آتا ہے :-

عالم حیوانی

حیوان کے تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جو نہ تو توالد و تناسل سے پیدا ہوتے نہ انڈا دیتے ہیں۔

۲۔ جو انڈے دیتے ہیں اور ان کو سے کر بچے نکالتے ہیں طیور وغیرہ۔

۳۔ وہ جو بچے دیتے ہیں اور دودھ پلاتے ہیں۔

یہ تمام جانور غیظ و غضب، صبر و ضبط اور دوسرے طبائع میں بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں، البتہ بعض حیوان کا ذکر اس جگہ ضروری ہے۔

لارڈ جان لیک نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے اس کا کچھ اقتباس درج کیا جاتا ہے

۱۔ ایک جانور (کیڑا) "مرجان" نام کا ہوتا ہے جو انڈے سے پیدا ہوتا ہے اور پھر اس میں سالانہ نمو ہونے لگتا ہے اور بتدریج بڑھتا ہے، پھر اس میں سالانہ نمو ہونے لگتا ہے معلوم ہوا ہے کہ یہ جانور ہزاروں سال تک زندہ رہتا ہے۔

۲۔ ایک کیڑا ایسا ہوتا ہے جو کچھ دنوں تک ایک رہتا ہے پھر اس کے بعد اس کے جسم کے دو حصے بیچ سے علیحدہ معلوم ہوتے ہیں، وہ دونوں دو مستقل کیڑے بن کر زندہ رہتے ہیں۔

یہ کیڑے ایک حد تک بالکل محروف ہیں، جو محروف ہیں ان میں چیونٹیوں پر نظر کرنے سے ان کی حیرت انگیز خصوصیات معلوم ہوتے ہیں۔

چیونٹی

صیبر و لورل بکوک۔ دو سائنس کے ایسے محققین نے چیونٹی کے متعلق حسب ذیل معلومات بہم پہنچائے ہیں۔

چیونٹی کی قسمیں ایک ہزار سے زیادہ ہیں، ان میں ہر قسم دوسری قسم کے مقابلے میں خاص صفت رکھتی ہے۔ فضلائے موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک قسم کی چیونٹی "شغال" کہی جاتی ہے تمام چیونٹیاں علیحدہ علیحدہ نظام کی تابع ہوتی ہیں۔

ان میں فوج، سپہ سالار۔ بادشاہ سب ہوتے ہیں، فوجوں کی ترتیب باقاعدہ ہوتی ہے چیونٹیاں اپنی ملکہ کے چشم ابرو کے اشاروں پر چلتی ہیں اور اپنی جان سے دریغ نہیں کرتیں ان کے رہنے کے دیہات شہر تک ہوتے ہیں، ان کا دیہات پانچ ہزار چیونٹیوں کا مسکن ہوتا ہے،

انسان کو اس چیونٹیوں سے اتحاد و اتفاق، ہمدردی، مواخاۃ کا سبق حاصل کرنا چاہئے اور چیونٹیوں میں کبھی رنگ اور قومیت، مکان اور مقام کی غیریت کی وجہ سے لڑائی نہیں ہوتی دو چیونٹیاں آمنے سامنے آتے ہوئے ہمیشہ ملتی ہیں اور باہم مصافحہ کرتی ہیں، کوئی چیونٹی زخمی یا بیمار ہوتی ہے تو اور چیونٹیاں اس کا علاج اور عیادت کرتی ہیں اس قسم کی اور بہت باتیں ہیں جن کا ذکر موضوع کو طویل کر دیگا۔

اسی طرح شہد کی مکھیاں اور دوسرے حشرات اور حیوانات میں کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور ہے ربالعالمین ان سب کی پرورش کرتا ہے اور کسی خصوصیت میں فرق آنے نہیں دیتا۔ یہ ایک مستقل بحث ہے کہ ان کو دشمنوں سے کیونکر محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی یہاں ضرورت نہیں اب اس کے بعد "عالم کبیر" انسان کا اجمالی ذکر ہے اس کے بعد یہ مضمون کا حصہ ختم ہو جائیگا۔

انسان

انسان ابداع اور ایجاد کا آخری نقطہ ہے، مخلوقات میں فضیلت اور بزرگی کا تاج اسی کے سر پر رکھا گیا، خدا کی امانت کا بوجھ اٹھانے کے لئے اسی کا دوش مناسب ہوا۔ اس انسان کو بعض علماء نے ذیل کی چار قسموں پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ شعرا۔ ۲۔ اہل ریاضی۔ ۳۔ علمائے تشریح۔ ۴۔ علمائے فلسفہ والہیات وغیرہ۔

۱۔ **شعرا**۔ وہ ہوتے ہیں جو فطرت اور قدرت کے چھپے ہوئے راز معلوم کرکے صاحبان احساس کے سامنے پیش کرتے ہیں، وہ روح کی چھپی قوتِ وجدانی و کیفیت کو حرکت میں لاتے ہیں

۲۔ **اہل ریاضی**۔ کہتے ہیں کہ ہر ظاہر کا باطن ہوتا ہے اس کو دنیا کے سامنے رکھکر عقول کو استخراج نتائج اور اسی پر مائل کرتے ہیں مثلاً ۲۔ ایک عدد ہے دوسری عدد بھی ۲ ہے یہ دونوں عدد اپنی جگہوں پر کچھ نہیں لیکن جب دو کو ۲ میں ضرب دیں گے یا جمع کریں گے تو اسی عمل سے چھپی ہوئی عدد چار ظاہر ہو جائیگی، یہ علم شعرا کی نزاکت اور توہم سے ممتاز ہے اور دنیا کو تخیل کے گہرائی سے نکالکر عمل کی سطح پر لاتا ہے۔

ان سے بھی آگے ایک طبقہ ہے جو قدرت اور مخلوقات کے عجائبات پر غور کرتا ہے۔ یہ درخت
کیا ہیں؟ پتیوں کے کیا فائدے ہیں؟ آفتاب اور ماہتاب کے سیر اور دور کا کیا حساب ہے؟ انسانی
اور حیوانی اعضاء کی ساخت میں کیا کنہ ہے؟ وغیرہ وغیرہ یہ لوگ

۳۔ ماہرین تشریح کہے جاتے ہیں، ان کو شعراء ریاضی دانوں پر ترجیح ہے۔

جہاں ریاضی دان، شعراء، ماہرین تشریح تھک کر بیٹھ جاتے ہیں وہاں:-

۴۔ علمائے فلسفہ و الٰہیات سامنے آتے ہیں اور دنیا کو وہ تمام رموز اور نکات بتا دیتے
ہیں جن پر ہستی اور معرفت حقائق کا انحصار ہے، یہ تمام موضوع نہایت دلچسپ اور تفصیلی بحث
تحقیق کے طالب ہیں لیکن ہم صرف معمولی اجمال پر اکتفا کرتے ہیں۔ دیکھو رب العالمین کی
قدرت پرورش اس عالم کبیر میں بھی کس طرح جاری ہے باوجودیکہ انسان اپنی خصوصیات میں
تمام ہستی پر حقیقت رکھتا ہے، وہ عقل عمل کا بادشاہ ہے لیکن وہ اپنے وجود، اپنی نشو نما
ترقی میں محتاج ہے اسی کا جو تمام عوالم کا "رب" ہے پس تعریف کا مستحق تمام عوالم کا پروردگار
ہے نہ کہ فانی جس کو اپنے اوپر بھی معمولی قدرت نہیں۔

لفظ اللہ بحث و تحقیق میں رہا جاتا ہے اس پر بھی اس سلسلہ میں اجمالی نظر ڈالنے کی
ضرورت ہے۔ اللہ اسم ذات ہے اور موصوف ہے۔ رب العالمین اسم صفت ہے جب صفت
کا بیان ہو چکا تو اس سے موصوف کی عظمت کا مرتبہ آشکارا ہو گیا۔ اس لفظ پر علماء ظاہر (مفسرین)،
اور علمائے باطن (صوفیہ) بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور باقتضائے "شب ہم آخر شد و افسانۂ زلف باقیست"
بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے پھر بھی اس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آ سکتی، وہ انسان اس ذات کو اور
اس کی حقیقت کو کیا سمجھے گا جو ابھی تک اپنی حقیقت پہچان نہیں سکا ہے۔

بہرحال اتنا سمجھئے کہ یہ "لفظ" اپنی جگہ بے مثل رکھتا ہے یعنی دنیا کی کسی زبان اور کسی
مذہب میں اسم ذات موجود نہیں بلکہ سب صفت ہیں بعض ضدی طبائع نے ثابت کرنے کی
کوشش کی ہے لیکن چند مغالطوں میں الجھانے کے سوا کچھ کر نہ سکے ہمارا ایک رسالہ

اس موضوع پر موجود ہے جو طبع اور اشاعت کے لئے توفیق کارساز کا منتظر ہے۔

اس جگہ ایک معمولی اور سطحی بات یہ سن لیجئے کہ:۔

مخرج وصورت کے اعتبار سے یہ لفظ سہل ترین ہے جس کو ہر ملک اور ہر ملت کا شخص بلکہ وہ چھوٹا بچہ جو ابھی بولنا سکھتا ہے اور بولنے کی کوشش کرتا ہے آسانی سے بول سکتا ہے تالو، زبان سے بہ نسبت اور حصہ کے زیادہ قریب ہے، آواز بھی پہلے اندرون حصہ سے نکل کر بہ تدریج باہر آتی ہے۔ یہ دوسری بحث ہے۔

دیکھو! اس لفظ کی عالمگیری تیاقی ہے۔ کہ یہ اسم ذات "دنیا کی مالک ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت

جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اس کو دہرا ثواب ملتا ہے ایک تو پڑھنے کا دوسرا اس کے دیکھنے کا۔ اور ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں اس کے اعمالنامے میں لکھی جاتی ہیں اور دس دس بدیاں دور دور ہوتی ہیں۔ نیز آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ اور وہ آنکھ دنیا کی مصیبت میں کبھی مبتلا نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ